مثنوی

مثنوی، مُسلسل اشعار کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کے قافیے الگ الگ ہوتے ہیں۔

مثنوی کے اشعار کی تعداد مقرّر نہیں ہے۔ اُردو میں طویل اور مختصر دونوں طرح کی مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ طویل مثنویوں میں میر حسنؔ کی ''سحرالبیان'' اور دیا شنکر نسیمؔ کی ''گلزارِ نسیم'' بہت مشہور ہیں۔

مثنوی میں رزم و بزم، حسن وعشق، پند ونصیحت، مدح وہجو، ہر طرح کے موضوعات نظم کیے جاسکتے ہیں۔ قدیم مثنویوں میں زیادہ تر عشقیہ قصّے اور مذہبی واخلاقی مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ ان عشقیہ قصّوں میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو نثری داستانوں میں ملتی ہیں۔ فوق فطری عناصر کے علاوہ مثنویوں میں اس زمانے کی تہذیب ومعاشرت کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ حالیؔ اور آزادؔ کے زمانے سے مثنویوں کے اسلوب اور موضوعات میں نمایاں فرق آیا ہے۔ اس کے بعد اس میں مختلف موضوعات ومسائل نظم کیے جانے لگے۔

© NCERT not to be republished

میر غلام حسن، حسنؔ

(1738ء – 1786ء)

میر حسنؔ کے خاندان کے لوگ ایران سے آکر دلّی میں بس گئے تھے۔ اس خاندان نے اردو زبان وادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ میر حسنؔ کے والد میر غلام حسین ضاحکؔ اچھّے شاعر تھے۔ ان کے بیٹے میر خلیقؔ اور ان کے پوتے میر انیسؔ نے اردو شاعری میں مرثیہ گوئی کی نئی راہیں نکالیں۔

میر حسنؔ کچھ دنوں تک میر دردؔ کے شاگرد رہے۔ جب دلّی سے بہت سے لوگوں کا تعلق ٹوٹا تو میر حسنؔ کے والد بھی فیض آباد چلے گئے۔ وہاں سے لکھنؤ پہنچے اور وہیں انتقال کیا۔ میر حسنؔ نے غزلیں بھی لکھی ہیں لیکن ان کی شہرت کا دارومدار اُن کی مثنوی 'سحر البیان' پر ہے۔ یہ مثنوی میر حسنؔ نے انتقال سے کچھ ہی پہلے مکمل کی تھی۔ ''سحر البیان'' کی شہرت اور مقبولیت کے سامنے دوسرے بہت سے شعرا کی مثنویاں اور خود میر حسنؔ کی دوسری مثنویاں ماند پڑ گئیں۔

منظر نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کو دلچسپ اور متحرّک شکل میں پیش کرنے اور کہانی کو مربوط طریقے سے بیان کرنے میں میر حسنؔ کو خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی مثنوی مختلف اشیا اور مظاہر کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی کی کہانی اگرچہ بالکل خیالی ہے لیکن اس کے واقعات اور کردار جیتے جاگتے اور ہماری دنیا کے باسی معلوم ہوتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

داستان شہزادے کے غائب ہونے کی اور غم سے ماں باپ اور سب کے حالت تباہ کرنے کی

یہاں کا تو قصّہ میں چھوڑا یہاں ذرا اب سنو غم زدوں کا بیاں
کروں حال ہجراں زدوں کا رقم کہ گزرا جدائی سے کیا اُن پہ غم
کُھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں تو دیکھا کہ وہ شاہ زادہ نہیں
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہ رو نہ وہ گُل ہے اس جا، نہ وہ اس کی بُو
رہی دیکھ یہ حال حیران کار کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ، دل گیر ہو گئی بیٹھ، ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیرِ زنخداں چھڑی رہی نرگس، آسا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتوں میں داب کسی نے کہا: گھر ہوا یہ خراب
کسی نے دیے کھول سُنبل سے بال تپانچوں سے جوں گُل کیے سُرخ گال
نہ بن آئی کچھ ان کو اس کے سوا کہ کہیے یہ احوال اب شہہ سے جا
سنی شہہ نے القصّہ جب یہ خبر گرا خاک پر کہہ کے: ہائے پسر!
کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی کلی کی طرح سے بِکس رہ گئی

© NCERT not to be republished

کہا شہہ نے : وھاں کا مجھے دو پتا
عزیزو! جہاں سے وہ یوسف گیا
گئے لے ووشہہ کو لبِ بام پر
دکھایا کہ سوتا تھا یھاں سیم بر
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
کہا: ہائے بیٹا ، تو یھاں سے گیا!
مرے نوجواں ! میں کدھر جاؤں پر
نظر تونے مجھ پر نہ کی بے نظیر!
عجب بحرِغم میں ڈبویا ہمیں
غرض جان سے تونے کھویا ہمیں
کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
ترقّی میں ہردم تھا شوروفغاں
لبِ بام کثرت جو یک سر ہوئی
تلے کی زمیں ساری، اوپر ہوئی

شب آدھی، وہ جس طرح سوتے کٹی
رہی تھی جو باقی، سو روتے کٹی

میر حسنؔ

مشق

لفظ و معنی

هجراں زدہ : جدائی کا مارا ہوا
رقم : تحریر (اس کے معنی روپیہ پیسہ کے بھی ہوتے ہیں)
ماہ رو : چاند جیسے چہرے والا
جا : جگہ
ضعف : کمزوری
دل گیر : مغموم، رنجیدہ، غمگین، دل گرفتہ

© NCERT not to be republished

زنخداں	:	ٹھوڑی
سُنبل	:	ایک قسم کی خوشبودار بیل
پِسر	:	بیٹا
بکِس	:	مُرجھانا
بام	:	بالا خانہ، کوٹھا
سیم بر	:	چاندی جیسے بدن والا
پیر	:	بوڑھا
شور وفغاں	:	بلند آواز سے رونا

غور کرنے کی بات

- میر حسنؔ کی یہ مثنوی تقریباً دوسو سال پرانی ہے۔ اس کی خوبی اس کی سادگی اور جادو بیانی ہے اسی لیے اس کا نام 'سحرالبیان' رکھا گیا ہے۔ اس مثنوی میں ایک ایسے بادشاہ کا ذکر ہے جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ بہت منّتوں مرادوں کے بعد اس کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو بہت ہی خوب صورت تھا اس لیے اس کا نام بے نظیر رکھا گیا۔ نجومیوں کے کہنے کے مطابق شہزادے کے لیے بارہ سال خطرناک تھے اس لیے اسے کُھلے آسمان کے نیچے نہیں جانا تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بارہ سال پورے ہونے سے چند گھڑیاں پہلے شہزادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھت پر جا کر سو گیا اور ایک پری اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اس پر عاشق ہو گئی اور اسے اُڑا کر لے گئی۔ آپ کے نصاب میں اس سے آگے کا اقتباس شامل ہے جس میں شہزادے کے غائب ہونے کے بعد محل کے اندر جو آہ وفغاں کا طوفان اٹھا اس کی عکّاسی بہت پُراثر انداز میں کی گئی ہے۔

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. 'ماہ رؤ' اور 'گل رؤ' کے الفاظ کس کے لیے اور کس شعر میں استعمال ہوئے ہیں؟
2. 'سر پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھنا' اور 'دانتوں میں انگلی دبانا' کے کیا معنی ہیں؟
3. 'تلے کی زمین ساری اوپر ہوئی' اس مصرع کا کیا مطلب ہے؟
4. شہزادے کے غائب ہونے پر کنیزوں نے کس طرح اپنے غم کا اظہار کیا ہے؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

عملی کام

- استاد کی مدد سے شعروں کی بلند خوانی کیجیے۔
- نیچے دیے گئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

  کچھ بن نہ آنا، دانتوں میں انگلی دبانا، کھڑی کی کھڑی رہ جانا
- مثنوی کے کس شعر میں کون سی تلمیح استعمال کی گئی ہے، لکھیے۔
- اس مثنوی کے ایسے شعروں کی نشان دہی کیجیے جن میں صنعتِ تشبیہ ہو یہ بھی لکھیے کہ کس چیز کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔

© NCERT not to be republished